تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

جلد نمبر:10

شمارہ:06-07

انٹرنیٹ گزٹ

جون، جولائی 2020ء

المنار

زیر نگرانی: صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن-یو.کے

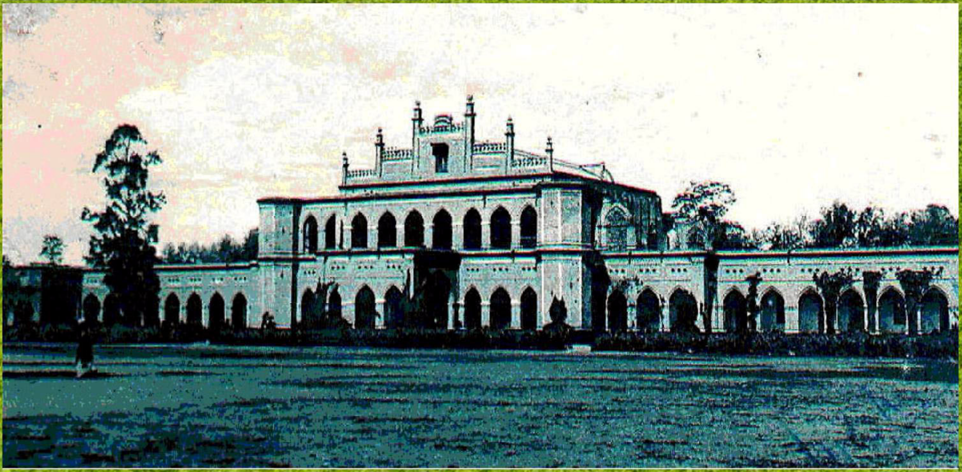

Taleem-Ul-Islam College Old Students Association - UK
181, London Road, Mordan, SM4 5HF, London.
Ph. 020 8877 5510, 7886304637 - Fax: 020 8877 9987
ticosauk2017@gmail.com - www.alminaruk.com

قال اللہ تعالیٰ

اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

(سورۃ البقرۃ :187)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا، بڑا کریم اور سخی ہے۔ جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور نا کام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔یعنی صدق دل سے مانگی ہوئی دعا کو وہ رد نہیں کرتا بلکہ قبول فرماتا ہے۔(ترمذی کتاب الدعوات،حدیقۃ الصالحین،صفحہ 136)

ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دُعائیں ہی تھیں جنھوں نے دنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔

(روحانی خزائن جلد 6 برکات الدعا صفحہ 10-11)

ارشاد حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

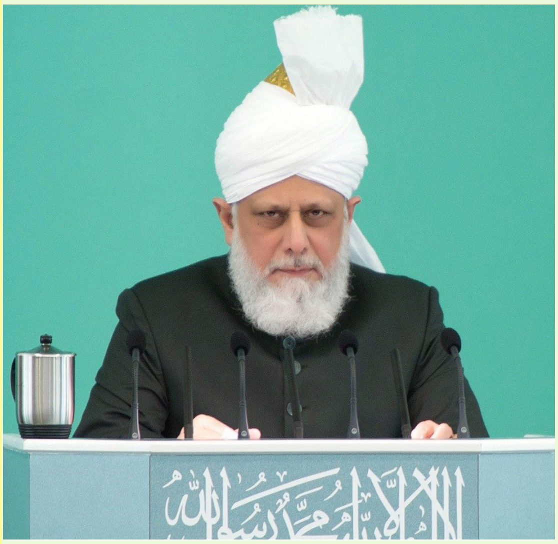

”تمکنت حاصل کرنے اور نظام خلافت سے فیض پانے کیلئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو۔ کیونکہ عبادت اور نماز ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس انعام کے بعد اگر تم میرے شکرگزار بنتے ہوئے میری عبادت کی طرف توجہ نہیں دو گے تو نافرمانوں میں سے ہو گے۔ پھر شکرگزاری نہیں ناشکرگزاری ہوگی اور نافرمانوں کیلئے خلافت کا وعدہ نہیں ہے بلکہ مومنوں کیلئے ہے۔“

(خطبات مسرور جلد 5 صفحہ 151)

قرارداد تعزیت بروفات

محترم پروفیسر محمد احمد انور صاحب مرحوم

بِسم اللہ الرّحمٰنِ الرَّحِیْم   نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّی علیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم   و عَلیٰ عَبْدِ ہِ الْمَسِیْحِ الْمُوْعُوْد

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ اپنے ہردلعزیز استاد مکرم و محترم پروفیسر محمد انور صاحب المعروف DPE کی رحلت پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے اپنے گہرے دلی رنج اور دکھ کا اظہار کرتے ہیں۔کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذوالْجَلَالِ والاِکْرَامِ۔ مرحوم کا آبائی وطن حیدرآباد دکن تھا مگر وہ ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے اس لئے وہ اپنے نام کے ساتھ حیدرآبادی لگا کر اپنے وطن کی پہچان قائم رکھتے رہے۔

بچپن اور جوانی میں ہی ان کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے قریبی تعلق شروع ہو گیا تھا۔اور پھر تعلیم الاسلام کالج سے منسلک ہونے کے بعد تو اس تعلق میں مزید مظبوطی آ گئی۔کالج میں مختلف حیثیتوں میں کام کیا۔دفتر میں بطور کلرک کام شروع کیا اور آخر میں بطور پروفیسر اسلامیات۔اس کے بعد گیمبیا بطور استاد چلے گئے اور وہاں سے نائیجیریا منتقل ہو گئے۔نائیجیریا میں مرحوم کار کے حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر نئی زندگی عطا فرمائی۔آخر ہجرت کر کے پہلے یوکے آئے پھر جرمنی چلے گئے اور جماعت کی خدمت کی توفیق پائی۔اپنی اہلیہ کی وفات کے بعد اپنی بیٹی کے پاس انگلستان منتقل ہو گئے جہاں رمضان شریف کے جمعۃ الوداع میں اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔

مرحوم نہایت خوش اخلاق، دیانت دار اور محنتی انسان تھے۔شفیق استاد اور مخلص دوست تھے۔کالج میں تدریس کے علاوہ وہ عمر بھر جماعتی خدمات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، انہیں اپنی جنت کے اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے جملہ لواحقین کو صبر جمیل کے ساتھ یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ مکرم محمد احمد انور صاحب مرحوم کے فرزندان مکرم مشرف انور صاحب، مکرم بصیر انور صاحب، مکرم نصیر انور صاحب، مکرم محمود انور صاحب اور مرحوم کے جملہ لواحقین کے ساتھ دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اور مرحوم کے خاندان کے دوسرے افراد کو اس عظیم صدمہ پر صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیشہ ان کا حامی و ناصر رہے۔آمین۔

مبارک صدیقی صدر

وممبران مجلس عاملہ تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ

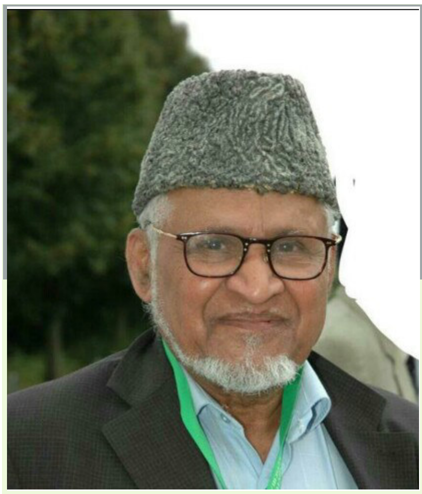

خراجِ تحسین
محترم پروفیسر محمد احمد انور صاحب مرحوم

از محترم مشرف احمد انور صاحب ولد محترم پروفیسر محمد احمد انور صاحب:

خاکسار کے ابا جان مکرم محمد احمد انور صاحب حیدرآبادی، مؤرخہ 22 مئی 2020 کو بعمر 94 سال لندن میں انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم 13 اپریل 1926 کو حیدرآباد، دکن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم مکرم محمد عثمان صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کی سعادت ملی تھی۔ اس اعتبار سے مکرم انور صاحب مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔ مکرم عثمان صاحب کے پانچ بیٹے تھے اور سبھی کو اپنی کم آمد کے باوجود تعلیم و تربیت کی خاطر قادیان بجھوا دیا تھا۔ چنانچہ مرحوم کا سارا تعلیمی دور قادیان میں ہی گزرا۔

آپ نہایت محنتی اور قابل انسان تھے۔ جس کا ثبوت آپ کی عملی زندگی سے ملتا ہے۔ جس کا آغاز آپ نے تعلیم الاسلام کالج میں بطور کلرک کیا تھا۔ پھر فزیکل ٹریننگ کا کورس کرکے اسی عظیم کالج میں DPE تعینات ہوئے۔ بعدۂ اسلامیات اور اردو میں ایم اے کیا۔ 1973ء میں آپ نے نصرت جہاں سکیم کے تحت وقف کیا اور گیمبیا بطور استاد بجھوائے گئے۔ 1976 میں واپس آئے تو ایک سال بعد حکومتِ نائیجیریا کے ایک کالج میں اسلامیات کے پروفیسر کے طور پر 1988 تک تدریسی خدمات کیں۔ اسی عرصہ میں آپ کو ایک خطرناک حادثہ بھی پیش آیا۔ 1988ء میں آپ لندن آ گئے اور وہاں سے 1989 میں جرمنی آ کر رہائش پذیر ہوئے اور 2010 میں اپنی بیٹی کے پاس انگلستان منتقل ہو گئے اور آخر دم تک وہیں مقیم رہے۔

آپ کو کالج میں 22 سال تک حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ساتھ کام کرنے کا مَوقعہ ملا۔ اور ہمیشہ حضور کا اعتماد اور خوشنودی نصیب رہی۔

اسی طرح خلافت رابعہ اور خامسہ کے دوران بھی آپ کی خلیفۂ وقت کے ساتھ والہانہ محبت رہی۔ جرمنی میں آپ کو ناظم دارالقضاء، نائب صدر قضاء کے ساتھ ساتھ مجلس انصاراللہ کے مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ آپ کو مجلس انصاراللہ جرمنی کے ترجمان رسالہ الناصر کے بانی ایڈیٹر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ مرحوم کے لواحقین میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ آپ کی تدفین مورخہ 27 مئی 2020 کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) کے نزدیکی قبرستان موصیان میں ہوئی۔

از محترم عرفان احمد خان صاحب - ایڈیٹر وائس آف جرمنی ڈیلی سروس، جرمنی:

رمضان المبارک جاتے جاتے ا یک نیک سیرت انسان، دلوں میں بسنے والے خوش الحان، زبردست منتظم، باکردار، عاجز خدمت گزار کو ساتھ لیکر جا رہا ہے۔ انور ڈی پی ای صاحب سفید پتلون بشرٹ، مونہہ میں وسل، کالج کی سالانہ کھیلوں کو منظّم کیا کرتے تو ہر دل میں اتر جاتے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انور ڈی پی ای صاحب کا لب و لہجہ حیدرآبادی گرفت میں تھا۔ اور روز مرّہ کے امور میں، سوئی، کھیل کا سامان سنبھالنے والا، اجڈ دیہاتی، جس کو بات سمجھانی ریاضی کا پرچہ حل کرنے کے مترادف ہوتا تھا۔ لیکن آفرین ہے انور صاحب پر اس دیہاتی کے ساتھ بھی محبّت سے پیش آتے۔

انور حیدرآبادی صاحب سیلف میڈ آدمی تھے۔ اپنی محنت سے اپنا مقام بنایا۔ ایم اے کرکے لیکچرار ہو گئے اور پھر اسی کالج میں برسوں پڑھایا لیکن تکبّر کو قریب نہ پھٹکنے دیا۔ اپنے کو امام کی اُس نصیحت کا مصداق جانا کہ ’تیری

عاجزانہ راہیں اسکو پسند آئیں۔ ربوہ میں درِّ عدن سے نظمیں پڑھنے والے چند ایک ہی تھے جن میں انور حیدر آبادی بھی شامل تھے۔جرمنی آئے تو رسالہ النّاصر کے بانی ایڈیٹر بنائے گئے۔دارالقضاء کے نائب صدر ہوئے۔ جب تک صحت نے ساتھ دیا خدمت کے میدان میں موجود رہے۔یہ اعزاز قسمت سے نصیب ہوا کرتا ہے۔اس بے لوث خادم نے اپنے ہر قول وفعل سے کالج کی لاج رکھی۔جس کی گواہی دینے والوں کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہے۔ وہ سب آج افسردہ ہیں اور اپنے ہر دلعزیز استاد کی بلندیٔ درجات کے لئے اپنے رب کے حضور دعا گو ہیں۔

از محترم منیر الحق شاہد صاحب،کینیڈا

آہ محمد احمد انور حیدر آبادی بھی بالآخر 22 مئی بروز جمعۃ المبارک ، جو رمضان کا آخری جمعہ تھا، بعمر 94 سال، اپنے مولا کو پیارے ہوگئے۔اناللہ و انا الیہ راجعون۔ کُلُّ مَنۡ عَلَیۡھَا فَانٍ وَ یَبۡقٰی وَجۡہُ رَبِّکَ ذوالۡجَلٰلِ والۡاِکۡرامِ۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اللہ تعالیٰ اِنکی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔

مرحوم انور حیدر آبادی ربوہ میں ایک جانی پہچانی شخصیت تھے۔آپ کا تعلق حیدر آباد دکن کے ایک مخلص خاندان سے تھا۔آپکے والد محترم محمد عثمان خان صاحب جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا، نے باوجود اپنی تہی دستی کے اپنے پانچوں بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے قادیان کے دینی ماحول میں بھجوا دیا تھا۔آپ نے نہ صرف وہاں مروّجہ تعلیم حاصل کی بلکہ جماعتی امور میں بھی بھرپور حصہ لیا۔آپکا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ؒ سے، جو بعد ازاں خلیفۃ المسیح الثالث ؒ کے منصبِ جلیلہ پر فائز ہوئے، بہت نیازمندی کا تعلق تھا۔آپ حضورؒ کی خدمت میں دستِ راست کی صورت حاضر رہتے اور متعدد نجی خدمات کے علاوہ بعض اوقات آپؒ کی کار ڈرائیو کرنے کا شرف بھی پاتے۔تعلیم الاسلام کالج سے آپ اوّلاً بطور کلرک منسلک ہوئے۔ایک محنتی انسان تھے۔ اسی دوران فزیکل ٹریننگ حاصل کرکے کالج ہی میں ڈی پی ای متعین ہو گئے اور ایک لمبا عرصہ اس حیثیت میں خدمات سرانجام دیں۔ بطور ڈی پی ای آپ کے زیرنگرانی طلباء کی جسمانی صحت و پرورش کی ذمہ داری تھی۔ چونکہ اس کے پسِ پردہ سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ ہی کی رہنمائی اور ہدایات تھیں کہ کالج کے طلباء کو مختلف سہولتیں مہیّا ہوں مثلاً کالج کے بائیالوجی بلاک کی عمارت کے غربی جانب کمرے کی دیوار پرچھت تک ایک سیڑھی نما ورزشی ڈھانچہ آویزاں تھا جسکے دونوں اطراف مُٹھ لگے ہوئے تھے جن کو پکڑ کر زورِ بازو سے بغیر پاؤں استعمال کئے اوپر تک جانا ہوتا تھا۔ یہ ایک کم خرچ مگر مفید ورزشی چیز تھی۔ایک اور کام آپ کے زیرِ اہتمام سالانہ کھیلوں کا ہوتا تھا جس میں مختلف ورزشی مقابلہ جات ہوتے تھے اور طلباء کثرت سے اس میں شامل ہوتے۔حتیٰ کہ میرے جیسے کاہل بھی کسی نہ کسی مقابلہ میں ضرور شامل ہوتے رہے۔ مقابلہ جات کے بعد ایک پروقار

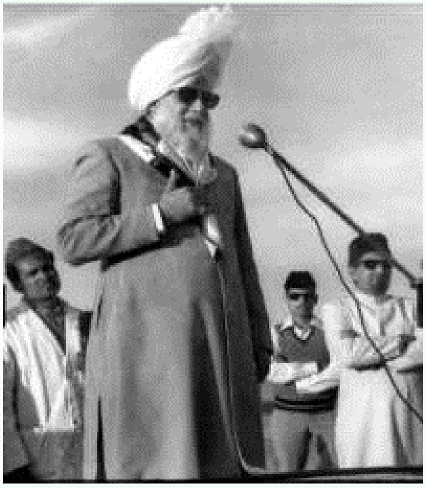

کالج کے کسی پروگرام میں سیدنا حضور انورؒ کے عقب میں

کسی کھیل کے طلباء کا گروپ فوٹو۔انتہائی بائیں جانب انور صاحب اپنے سفید لباس میں بمع سیٹی کھڑے ہیں

تقریب تقسیمِ انعامات منعقد ہوتی اور اوّل، دوم، سوم آنے والوں کو چبوترہ کامیابی یعنی وکٹری سٹینڈ پر بلا کر انعامات دئے جاتے۔ میرے پاس بھی

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی سالانہ کھیلوں کی ایک جھلک

ان خوشکن لمحات میں پول والٹ میں حاصل کی جانے والی چند سندات، جن پر آپکے دستخط بھی ہیں، اب تک مَوجود ہیں۔

چبوترۂ کامیابی کی ایک جھلک

کالج میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے اسلامیات میں بھی ایم اے کر لیا تھا جسکے بعد آپ کی تقرری بطور لیکچرار اسلامیات ہوگئی اور چند سال پڑھایا بھی۔ کالج کے قومیائے جانے کے بعد آپ نصرت جہاں پروگرام کے تحت 1973 میں گیمبیا میں جماعتی سکول میں بطور استاد اسلامیات خدمات بجا لاتے رہے۔ وہاں اپنا مقررہ عرصہ مکمل کرنے کے آپ 1976 میں واپس پاکستان آگئے اور بعدازاں نائیجیریا کے ایک سکول میں بھی بطور استاد اسلامیات ملازمت مل جانے پر وہاں چلے گئے اور 1988 تک پڑھاتے رہے۔

خاکسار بھی 1979 سے 1986 تک کاڈونہ سٹیٹ کے ایک شہر زاریہ میں احمدو بیلو یونیورسٹی کی کاشم ابراہیم لائبریری میں بطور عریبک لائبریرین کام کر چکا ہے۔ اس قیام کے دوران انور صاحب سے اکثر ملاقات ہوتی رہی۔ آپ ہر سال زاریہ کے امتحانی مرکز میں اسلامیات کے پرچے جانچنے تشریف لاتے۔ چند سال آپ کے ساتھ میں نے بھی یہ پرچے جانچے۔ میرے نائیجیریا پہنچنے سے قبل آپ ایک خوفناک کار حادثہ میں شدید زخمی ہو چکے تھے اور محض اللہ کے فضل اور اپنی خداداد قوتِ ارادی کی بدولت صحتیاب ہو گئے۔ اس حادثہ میں آپکی کار الٹ گئی تھی اور چہرہ پر شدید چوٹیں آئیں تھیں۔ صرف آپکی زبان پر ہی درجنوں ٹانکے لگے تھے اور چہرہ میں جا بجا تاروں سے ہڈیوں کو جوڑا گیا تھا۔ اللہ کے فضل سے آپ ان سب کے باوجود بعدازاں بہت ہی چاق وچوبند طورر پر اپنے سارے امور ادا کرتے رہے۔

1986 میں نائیجیریا نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے قرض لینے کی

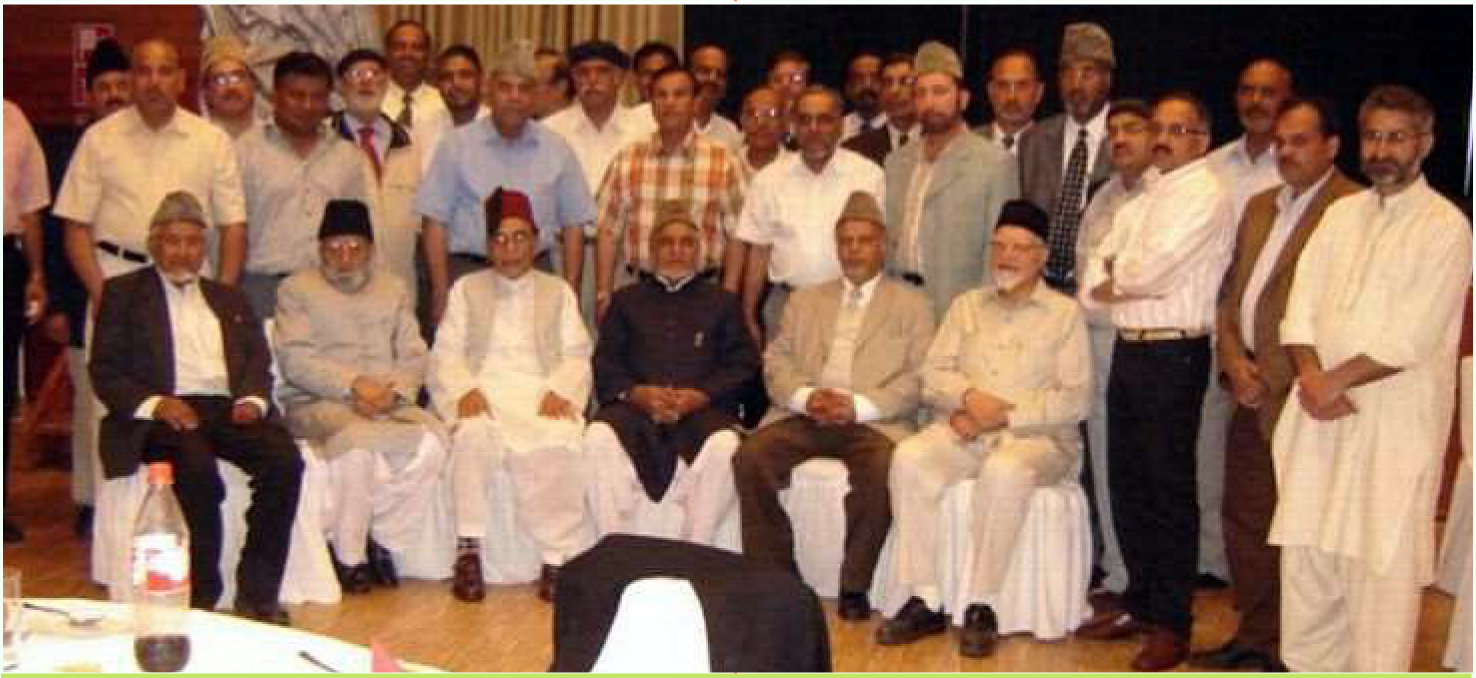

ٹکوسا جرمنی کے 29 اگست 2005ء کے افتتاحی اجلاس کے شرکاء

خاطر انکی کڑی شرائط کو قبول کرتے ہوئے ایک تو اپنی کرنسی کی قیمت 80 فیصد گرادی۔ اسکے نتیجہ میں وہاں رہنا بہت دشوار ہوگیا۔ اسی بناء پر خاکسار نے وہاں سے نکلنے کا اراد کرلیا اور دسمبر میں لندن پہنچ کر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے ملاقات کی اور رہنمائی چاہی۔ حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ کینیڈا چلے جائیں اور اس طرح خاکسار یکم جنوری 1987 کو کینیڈا پہنچ گیا۔ انور صاحب بھی اسی مشکل صورتِ حال کے پیشِ نظر 1988 میں نائیجیریا چھوڑ کر لندن آ گئے۔ کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد 1989 میں جرمنی منتقل ہوگئے اور 2010 تک وہیں رہے۔ 2010 میں آپ جرمنی چھوڑ کر واپس اپنی بیٹی کے پاس لندن آ گئے اور تادم آخر وہیں کے ہو رہے۔ آپکے نواسے شہزاد احمد صاحب کو اپنے نانا کی خدمت کی وافر توفیق ملی۔

جرمنی قیام کے دوران آپ کو گرانقدر جماعتی خدمات کی توفیق ملی۔ پہلے بطور ناظم دارالقضاء اور پھر بطور نائب صدر دارالقضاء خدمات بجالاتے رہے۔ مجلس انصاراللہ جرمنی کے ترجمان رسالہ 'الناصر' کے مدیر کے طور پر بھی خدمات کی توفیق ملی۔ 2005 میں ٹکوسا، جرمنی کے افتتاحی اجلاس میں شرکت کی توفیق ملی۔ ربوہ قیام کے دوران حضرت خلیفہ ثالث رحمہ اللہ کا اعتماد تو ملا ہی ساتھ ساتھ انکی اور بعد ازاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ اور موجودہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خوشنودی بھی حاصل کرتے رہے۔ تعلیم الاسلام کالج میں 22 سال خدمت کی توفیق ملی۔

آپکی آواز بہت اچھّی اور بلند تھی اور چہرہ پر مسکراہٹ رہتی۔ آپ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ اہلیہ کچھ عرصہ قبل انتقال فرما گئی تھیں۔ بیٹوں کے نام مشرف انور، بصیر انور، نصیر انور اور محمود انور ہیں۔ آپ کی تدفین اسلام آباد، ٹلفورڈ کے ایک قبرستان کے حصّہ موصیان میں ہوئی۔

اے خدا بر تربت اُو بارشِ رحمت ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انکی مساعی جمیلہ وجلیلہ کو قبول فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں انکے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور جملہ پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ نورالدین کا خدا کس طرح کھلاتا ہے۔

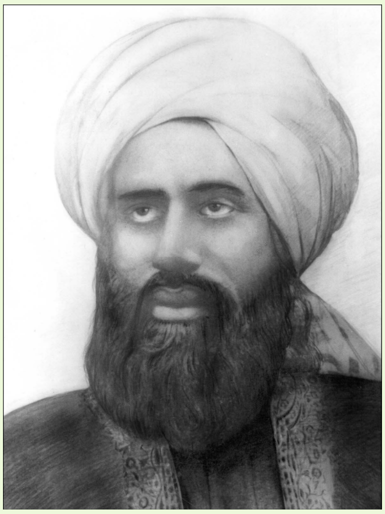

حضرت حکیم محمد صدیق صاحبؓ کی روایت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرمایا کرتے تھے کہ:

''ایک دفعہ تین ساتھیوں کے ساتھ ہم راستہ بھول گئے اور کہیں دور نکل گئے۔ کوئی بستی نظر نہیں آتی تھی۔ میرے ساتھیوں کو بھوک اور پیاس نے سخت ستایا۔ تو ان میں سے ایک نے کہا نورالدین جو کہتا ہے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے، آج ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھلاتا پلاتا ہے۔''

فرمایا کرتے تھے کہ میں دعا کرنے لگا۔ چنانچہ جب ہم آگے گئے تو پیچھے سے زور کی آواز آئی۔ ٹھہرو، ٹھہرو! جب دیکھا تو کیا دیکھا کہ دو شتر سوار تیزی کے ساتھ آ رہے تھے۔

جب پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم شکاری ہیں۔ ہرن کا شکار کیا تھا اور خوب پکایا۔ گھر سے پراٹھے لائے تھے۔ ہم سیر ہو چکے ہیں اور کھانا بھی بہت ہے۔ آپ کھالیں۔ چنانچہ ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ ساتھیوں کو یقین ہوگیا کہ نورالدین سچ کہتا تھا۔

فرمایا کرتے تھے کہ:

''اللہ تعالیٰ کا نورالدین کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تیری ہر ضرورت کو پورا کروں گا۔ کیا کوئی بادشاہ بھی یہ دعویٰ کرسکتا ہے۔''

(حیات نور۔صفحہ 167)

اذکروا موتاکم بالخیر

محترم پروفیسر محمد احمد انور صاحب حیدر آبادی مرحوم

(محترم پروفیسر حمید احمد صاحب، جرمنی)

ہمارے نہایت پیارے اور محترم دوست مکرم محمد احمد انور صاحب حیدر آبادی بھی اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔وہ نہایت خوش خلق، ہنس مکھ، ملنسار، ذہین، محنتی، دیانتدار، خود برداختہ (سیلف میڈ) انسان تھے۔مرحوم کا آبائی وطن حیدر آباد، دکن تھا۔مگر وہ ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے اس لئے وہ اپنے نام کے ساتھ حیدر آبادی لگا کر اپنے وطن کی پہچان قائم رکھتے رہے۔

انور صاحب سے میرا تعارف 1953 میں ہوا جب میں تعلیم الاسلام کالج میں داخل ہوا۔وہ اس وقت جنید صاحب مرحوم کے ساتھ کالج کے دفتر میں کام کرتے تھے اور کبھی کبھی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ جو ان دنوں کالج کے پرنسپل تھے، کی کار ڈرائیو کیا کرتے تھے۔اس لئے طلباء ان کو پرنسپل صاحب کا ڈرائیور کہا کرتے تھے۔جہاں تک میرا علم ہے وہ حضور کے ساتھ رتن باغ میں ہی رہا کرتے تھے۔حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ ان سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کے ساتھ بڑی شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔اور ان پر بڑا اعتماد کرتے تھے۔

انور صاحب ان دنوں طلباء کے ساتھ اکثر اوقات فٹ بال بھی کھیلا کرتے تھے۔

جب کالج ربوہ شفٹ ہوا تو وہ کالج میں اکاؤنٹنٹ تھے۔انہوں نے خود محنت کر کے پرائیویٹ بی۔اے کیا اور پھر والٹن ٹریننگ کالج سے D.P.E کا کورس کر کے مکرم چوہدری محفوظ الرحمان صاحب مرحوم کی جگہ ڈائریکٹر آف فزیکل ایجوکیشن مقرر ہوئے۔چوہدری محفوظ الرحمان صاحب مرحوم ایم ۔اے کر کے اسلامیات کے پروفیسر مقرر ہو گئے تھے لیکن بعد میں کالج لائبریری کے انچارج بننا پسند کیا۔

انور صاحب شروع ہی سے سپورٹس کا شوق رکھتے تھے اور چوہدری محفوظ الرحمان صاحب کی ہمیشہ معاونت کرتے تھے مگر جب خود سپورٹس کے انچارج بنے تو کالج کی کھیلوں کے میدان میں نئی روح پیدا کر دی۔کالج کی Annual sports میں بہت سے نئے مقابلہ جات شامل کر دیئے۔جن میں Staff children race بہت مقبول ہوتی تھی۔وہ پہلے خود اپنے بچوں کو شامل کرتے جو اکثر پہلی پوزیشن حاصل کرتے۔آخر میں بطور پروفیسر اسلامیات خدمت بجا لاتے رہے۔

کالج قومیائے جانے کے بعد وہ گیمبیا تشریف لے گئے اور وہاں سے نائیجیریا منتقل ہو گئے۔نائیجیریا میں مرحوم کار کے حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر نئی زندگی عطا فرمائی۔جب ان کو کار کا حادثہ پیش آیا تو میں اس روز بائی چانس کادونا شہر گیا ہوا تھا۔کادونا کے ہسپتال میں ان دنوں محترمہ ڈاکٹر مسز ملک نے ان کو پہلی بار بیہوشی کی حالت میں دیکھا۔میں انہیں کے گھر گیا ہوا تھا۔ڈاکٹر صاحبہ شام کو گھر تشریف لائیں تو بتایا کہ ابھی تو کچھ کہا نہیں جا سکتا کافی جگہ

مکرم پروفیسر محمد احمد صاحب حیدر آبادی اپنے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ۔مکرم پروفیسر چوہدری حمید احمد صاحب۔درمیان میں

فریکچر ہیں۔ہوش آئے گی تو کچھ کہہ سکیں گے کہ زندگی بچے گی یا نہیں۔اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر نئی زندگی عطا فرمائی۔اگرچہ اس حادثہ کے بعض اثرات عمر بھر باقی رہے۔

نائیجیریا سے ہجرت کر کے جرمنی آ گئے۔یہاں آ کر جماعت کی خدمت میں لگ گئے۔انگلستان روانگی تک جرمنی میں بطور قاضی خدمت کرتے رہے۔ اہلیہ کی رحلت کے بعد ان کی صحت اور زیادہ کمزور ہو گئی تھی اس لئے اپنی بیٹی کے پاس انگلستان منتقل ہو گئے تھے۔اس طرح ان کے بچوں کو ان کے بڑھاپے میں ان کی خدمت کی توفیق مل گئی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کی عنایت کریمانہ کی چند جھلکیاں

(محترم منیر احمد باجوہ صاحب، جرمنی)

مٹ چکے ذہن سے سب یادِ گزشتہ کے نقوش
پھر بھی اِک یاد ہے ایسی کہ فراموش نہیں

استاذی المکرم پروفیسر حمید احمد چوہدری صاحب، سرپرست ٹی آئی کالج اولڈ بوائز ایسوسی ایشن جرمنی نے خاکسار کی ایک ای میل کے جواب میں ہمارے بانی پرنسپل صاحبؒ کے متعلق ایک نہایت ہی خوبصورت جملہ تحریر فرمایا تھا کہ:

The Great Principal, who nourished the college as his own Child.

کہ انہوں نے کالج کو اِسطرح پروان چڑھایا۔ جیسے خوراک دیکر اپنے بچے کی پرورش کی جاتی ہے۔ اس جملے میں لفظ Nourish کے حوالہ سے اس عظیم ہستی کے متعلق میری یادوں کے دریچے کھلنے لگے اور مجھے 1959-60 کا وہ زمانہ یاد آ گیا جب ہمارے والدین نے ہمیں دُور افتادہ ایک گاؤں سے اٹھا کر ربوہ جیسی مقدس بستی میں آباد کیا۔ ٹی آئی ہائی سکول میں چھٹی جماعت میں داخل ہوئے اور بورڈنگ ہاؤس میں ہماری کلاس شروع ہوئی۔ میاں محمد ابراہیم جمونی صاحب ہیڈ ماسٹر تھے۔ ان کا جسم تو دُبلا پتلا تھا لیکن اُنکے رعب سے تمام طالبعلم لرز جاتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ربوہ میں کالی آندھیوں کے تیز جھکڑ چلتے تھے۔ (کابلی) کیکر کے درخت ہر طرف پائے جاتے تھے اور اُنکے میخ نما کانٹوں کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اگر یہ ہڈی میں دھنس جائے تو ہڈی تو ٹوٹ سکتی ہے لیکن یہ کانٹا نہیں ٹوٹے گا۔ ربوہ کا پانی بہت کڑوا ہوتا تھا خاص طور پر بورڈنگ کے نلکا کا نقشہ ابھی تک میری نگاہوں کے سامنے ہے جب پانی کی کڑواہٹ اور تیزابیت سے نلکے کا لوہا بھی گل کر گرتا رہتا تھا۔ ایک دن کلاس روم میں ہمیں بتایا گیا کہ آج کالج کے پرنسپل صاحب سکول کا معائنہ کرنے کیلئے تشریف لا رہے ہیں اور وہ آپکی کلاس میں بھی آئیں گے۔ جمونی صاحب کا ہی رُعب ہماری بساط سے کہیں بالا تھا اوپر سے محترم پرنسپل صاحب کی آمد کا سنا تو ہم سہم کے رہ گئے طرح طرح کے وسوسے ذہن میں جنم لینے لگے کہ نہ جانے وہ ہم سے کیا کیا سوال پوچھیں گے؟

ہماری تو ان کے سامنے بولنے کی بھی ہمت نہیں ہم جواب کیا دینگے۔ بار بار ہمیں ہدایات دی جا رہی تھیں کہ جب وہ آئیں تو مکمل خاموشی ہو اور آپکی طرف سے کوئی شور نہ ہو اُدھر مارے ادب کے ہمیں سانس تک نہیں آ رہی تھی ہماری طرف سے شور کیا ہونا تھا؟ کلاس روم میں ایک سناٹا طاری تھا کہ محترم جمونی صاحب کے ساتھ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل ٹی آئی کالج ہمارے کمرہ میں تشریف لائے اُس وقت آپکے چہرہ مبارک پر پڑنے والی زندگی میں یہ میری پہلی نظر تھی۔ انہوں نے کھڑے کھڑے ہی ہمارے سہمے ہوئے چہروں پر نظر ڈالی اور جمونی صاحب کے ساتھ قدرے ہمکلام ہوئے جو ہمیں سنائی نہ دیا۔ آپکے کمرہ میں آتے ہی ہماری بے چینی کی کیفیت قدرے سنبھلنے لگی اور آہستہ آہستہ سکینت میں تبدیل ہونے لگی۔ دل بجائے خوف کے اُن کی طرف رغبت کے ساتھ لپکنے لگا۔ اندر ہی اندر شادمانی کی شہنائیاں سی بجنے لگیں آپ کی زیارت نے ہمارے اندرون کو چند لمحوں میں ہی تبدیل کر کے رکھ دیا۔ دل نے چاہا کہ آپ ابھی اور ہمارے پاس رکے رہیں اور ہم آپ کی خدمت میں کچھ عرض

کرنے کی اپنے میں ہمت پیدا کرسکیں لیکن آپ رحمہ اللہ کی مقدس مقناطیسی شخصیت کے آگے ہماری بھلا کیا اوقات؟ ۔

آمادگی کا نورِ غزل خواں ہے آنکھ میں

فرطِ حیا سے لب پہ ہیں تالے پڑے ہوئے

آپکے لباس اور پاکیزہ وجود سے بھینی بھینی نہایت ہی پیاری خوشبو آ رہی تھی جس سے آپکے اردگرد کا سارا ماحول معطر ہو گیا۔ وہ چند لمحے پلک جھپکتے ہی گزر گئے اور آپ واپس تشریف لے گئے۔ آپکے جانے سے دل اداس اور ماحول افسردہ ہو گیا۔ خاموشی اُسی طرح ہی طاری رہی جیسے آپکے آنے سے قبل رُعب اور دبدبہ کی وجہ سے تھی اب آپکے جانے کے بعد اُداسی کیوجہ سے طاری رہی۔ یہ نصف صدی پہلے کی بات ہے لیکن:۔

میرا دل جانتا ہے دونوں منظر میں نے دیکھے ہیں

تیرے آنے پہ کیا گزری تیرے جانے پہ کیا گزری

ابھی تھوڑا وقت ہی گزرا ہوگا کہ ایک استاد محترم تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ میں آپکے لئے ایک خوشی کی خبر لایا ہوں۔ محترم پرنسپل صاحب نے فرمایا ہے کہ اُنکی طرف سے ہر بچے کو آج آدھ آدھ سیر دودھ پلایا جائے۔ الہٰذا آپ ٹک شاپ میں چلیں اور جا کر دودھ پئیں۔ آپکی اس عنایت کریمانہ سے اُسوقت جو ہماری کیفیت ہوئی اسکو اے کاش! میں لفظوں میں بیان کرسکتا۔ آپکی اس شفقت اور کشش نے ہماری دنیا ہی بدل دی۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ روزِ اوّل سے ہی آپکی Nourishment نصیب ہوئی۔

اس کے بعد میٹرک پاس کر کے کالج میں داخل ہوئے اور فٹ بال کی ٹیم میں باقاعدہ پریکٹس شروع کی تو پرنسپل صاحب کی طرف سے یہ نوید سنائی گئی کہ تمام کھلاڑیوں کو پریکٹس کے بعد روزانہ ٹک شاپ میں آدھ آدھ سیر دودھ پلایا جائے۔ بخوفِ طوالت میں اسے مختصر کرتا ہوں کہ عرصہ چار سال کالج میں گزرا اور اس سارے عرصہ میں مسلسل آپکی یہ Nourishment نصیب ہوتی رہی۔ ضمناً عرض کر دوں کہ صرف اپنے ہی نہیں بیگانے بھی آپکی اس شفقت سے فیض پاتے رہے ہیں۔ آل پاکستان باسکٹ بال ٹورنامنٹ ربوہ میں آپ نے دیکھا کہ پولیس کی ٹیم کا ایک اُدھیڑ عمر کھلاڑی المعروف پاہیا (بھائیا) اپنی طرف سے بڑی جان مار رہا ہے لیکن تفاوت عمری کیوجہ سے اُس سے کچھ بن نہیں پڑ رہا تو میچ کے معاًبعد آپ نے اعلان فرمایا کہ پاہیا کو میری طرف سے سویا بین دی جائے۔ نہ جانے آپ کے مہربان دل نے کس طرح میچ کے اختتام تک کا انتظار فرمایا جو ضرورت مندوں کی Nourishment کیلئے آنِ واحد میں تڑپ جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تاجِ خلافت آپکے مبارک سر پر سجایا۔ تو خلافت کے ابتدائی ایام میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کسی احمدی کا ہمسایہ رات کو بھوکا نہ سوئے۔ کوئی سوال نہیں تھا کہ ہمسایہ کون ہے یا اُسکا مذہب کیا ہے؟

(خطبات ناصر خطبہ جمعہ 23اپریل 1982 الفضل ربوہ یکم نومبر 1982)

پھر 73-1972 کا زمانہ آیا جب آپ کے ارشاد پر ربوہ میں گھوڑ دوڑ اور نیزہ بازی کا ٹورنامنٹ شروع ہوا۔ آپ نے اِس کلب کا نام الخیلُ لِلرحمٰن عنایت فرمایا۔ ہم نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔

تمام گھوڑ سواروں میں سب سے کم عمر گھوڑ سوار اخویم عزیزی نصیر احمد باجوہ تھا۔ جسے اُسکی کم عمری کیوجہ سے سب 'چھوٹو رام' کہتے تھے۔ نیزہ بازی میں ہماری سیکشن اوّل انعام کی حقدار قرار پائی۔ آپؒ نے اپنے دست مبارک سے ہمیں انعامات سے نوازا۔ اُس کے بعد آپ نے ہمیں عوامی میلہ پنجاب لاہور میں شرکت کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اس میلہ کا پہلے نام Horse and Cattle Show ہوا کرتا تھا۔ بھٹو دور میں اس کا نام عوامی میلہ رکھا گیا۔ یہ میلہ فورٹریس سٹیڈیم لاہور میں منعقد ہوتا تھا۔ اُن دنوں صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب تھے اور اس میلہ کیلئے ہمارے نگران اعلیٰ صاحبزادہ مرزا القمان احمد صاحب مقرر ہوئے جنکی نگرانی میں چار ٹرکوں پر سولہ گھوڑے لیکر ہم ربوہ سے لاہور پہنچے اور ربوہ رائیڈنگ کلب آف پاکستان کے نام پر اپنی کلب کی رجسٹریشن کروائی۔ فورٹریس سٹیڈیم سے ملحقہ ایک حصہ میں ہمارا پڑاؤ تھا۔ ہمارے قیام وطعام کے الگ انچارج مقرر تھے جو بہت ہی مخلص جوان تقویٰ شعار اور دیانتدار عالمِ دین تھے۔ وہاں پر ہمارا قیام کم وبیش پندرہ دن تک رہا۔

ہمارے جانے کے چار پانچ دن کے بعد آپ اپنے ہی پروگرام کے مطابق نہ کہ اس میلہ کیلئے لاہور تشریف لائے۔ ہم تمام گھوڑ سواروں کی یہ خوش قسمتی تھی۔ ہم آپ کی آمد کی اطلاع پاتے ہی سٹیڈیم سے آپکی رہائش گاہ پر حاضر

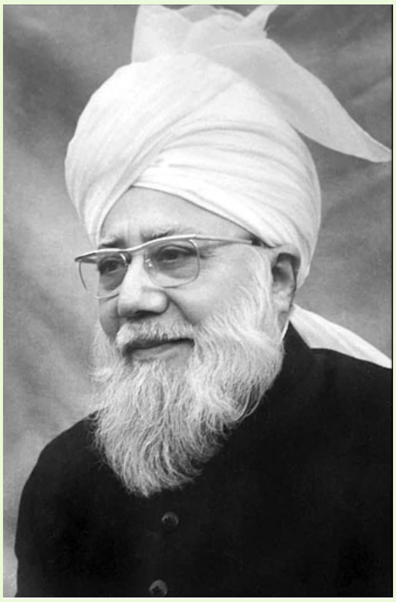

خدمت ہوئے۔آپ نے کوٹھی کے سبزہ زار میں ٹینٹ لگوایا ہوا تھا۔ازراہِ شفقت آپ اس میں تشریف لائے اور ہمیں بہت وقت دیا، بہت پیار دیا۔ہمیں اپنے ساتھ تصویر بنوانے کا بھی اعزاز عطا فرمایا۔

حضورؒ نے ازخود ہی اندازہ لگا رکھا تھا کہ جتنے پیسے گھوڑسواروں کے قیام وطعام کیلئے ہمارے انچارج کو دیئے گئے تھے وہ تو اب تک خرچ ہو چکے ہونگے اس لئے آپ نے ازراہِ شفقت ازخود اپنی جیب سے کچھ روپے نکالے اور ہمارے انچارج صاحب کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا کہ آپکے پاس پیسے خرچ ہو چکے ہونگے یہ رقم اخراجات کیلئے رکھ لو۔ہمارے انچارج صاحب نے عرض کیا کہ ابھی تو پہلی رقم ہی آدھی سے زیادہ میرے پاس بچی ہوئی ہے۔یہ سنتے ہی آپ کے چہرہ کی رنگت تبدیل ہوگئی اور فرمایا کہ فی الفور چارج چھوڑ دو بس پکڑو اور ابھی واپس ربوہ چلے جاؤ۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔وجہ یہ بنی کہ اتنے دنوں سے یہ گھوڑسوار یہاں آئے ہوئے ہیں اور انکا خیال رکھنے کی بجائے تم نے اتنا ہاتھ کھینچ کر رکھا ہوا ہے۔حالانکہ ہمیں احساس تک بھی نہیں تھا کہ ہم پر خرچ کم ہو رہا ہے یا خرچ زیادہ ہونا چاہئے تھا۔نہ ہی کسی نے کوئی شکایت کی اور وہ انچارج صاحب بھی پوری دیانتداری کے ساتھ ہمہ وقت خدمت کر رہے تھے اور آج تک وہ جماعت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ کر خدمت بجا لا رہے ہیں۔لیکن پیارے آقا کا اپنے خدام گھوڑسواروں کیلئے جذبہ Nourishment کا اندازہ لگائیں کہ آپ کے پیار کا یہ سمندر کس قدر تلاطم خیز تھا!

1974 کا دردناک زمانہ آیا۔ہمیں مسلسل چار ماہ (جون تا ستمبر) تک دن رات قصرِ خلافت کے احاطہ کے اندر خدمت بجا لانے کی توفیق ملی۔دن کے وقت مرکز کے حکم پر جہاں بھجوایا جاتا تعمیل کیلئے نکل کھڑے ہوتے اور رات کو حضورؒ کے گھوڑوں کے اصطبل کے قریب سبزہ زار میں ہم ڈیوٹی دیتے رات کو جب نیند آنے لگتی تو ہم خدام ایک دوسرے کو لمبی لمبی بے بنیاد کہانیاں سناتے اور جاگتے جگاتے رہتے۔ایک رات ایک خادم نے دوسرے سے کہا کہ کوئی چائے وغیرہ مل سکتی ہے تاکہ نیند کا کچھ مداوا ہو سکے۔اس نے جواب دیا رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی ہے برتن وغیرہ بھی سنبھالے جا چکے ہیں اور ہر چیز بند پڑی ہے اب تو کوئی صورت نظر نہیں آتی۔بات ختم ہوگئی اور ہم سب اپنی اپنی ڈیوٹی میں مصروف ہوگئے۔ابھی بمشکل پندرہ،بیس منٹ گزرے ہونگے کہ آپ کا خانساماں بڑی تھرمس میں تازہ چائے لیکر آ گیا۔یہ دیکھ کر ہم سب ششدر رہ گئے کہ ہم میں سے تو کسی نے بھی یہ نہیں منگوائی۔یہ کہاں سے آ گئی؟اس پر خانساماں نے بتایا کہ پیارے آقا نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ اُٹھو چائے بنا کر ان خدام کو دیکر آؤ۔اس لئے میں آپکے لئے لایا ہوں۔شاید ہمارے اُس خادم کی آواز ذرا بلند تھی جس نے دوسرے خادم سے چائے بنانے کی بات کی اور وہ آواز آپ نے سن لی یا پردہءغیب سے آپ کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی اس ساقی کا جذبہ Nourishment تو اپنا فیض جاری رکھنے کیلئے ہمیشہ ہی بہانے ڈھونڈتا رہتا تھا۔روزِ اوّل سے ہی کالج داخل ہونے سے پہلے آپکی نظرِ عنایت سے لطف اندوز ہوئے پھر کالج کا سارا زمانہ اور کالج سے فارغ ہونے کے بعد بھی آپکے احسانات بدستور جاری رہے۔

پیہم پیالہ ے دیا اور بر ملا دیا
ساقی نے التفات کا دریا بہا دیا

سارے جہانوں کے رازق نے بھی کل کائنات میں سے آپکو چُن کر کمال محبت سے اسطرح Nourish فرمایا کہ:

’’میں تینوں اینا دیواں گا کہ توں رَجھ جاویں گا۔‘‘

اُس ابرِ باراں کی یہ چند بوندیں تھیں جنکا خاکسار نے نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے ورنہ آپکے قلبِ اطہر سے نکلی ہوئی اس تمنا کی گونج کیا آبادیاں اور کیا ویرانے رہتی دنیا تک سنتے رہینگے کہ:

’’محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں‘‘

اللہ تعالیٰ کی آپ پر ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں۔آمین۔

ترکی کی سیاحت

(عطاء القادر طاہر، لندن) (قسط:1)

حال ہی میں مجھے بمعہ فیملی، ترکی کے جنوب مغرب میں واقع ایک ساحلی شہر جس کا نام ”کوشا داسی“ (Kausadasi) ہے، جو کہ ترکی کے تیسرے

بڑے شہر ”ازمیر“ (Izmir) سے ڈیڑھ گھنٹہ کی مسافت پر ہے، وہاں جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ واقعی ایک خوب صورت اور پرفضا مقام ہے۔ ہمارا ہوٹل سمندر کے کنارے پہاڑ کے دامن میں تھا جہاں اکثر یورپین سیاح قیام پذیر تھے۔ وہاں رہائش کے دوران ہم نے تین قابل ذکر مقامات کی سیر کی جن کے احوال قارئین کی خدمت میں تحریر ہیں۔

یونانی جزیرہ ”ساموس“ (Samos)

کوشاداسی (Kusadasi) کی بندرگاہ سے ایک Ferry کے ذریعہ ساموس (Samos) جزیرہ کے لئے صبح صبح روانہ ہوئے۔ چونکہ ترکی اور یونان دو الگ ملک ہیں اس لئے ہمیں امیگریشن اور پاسپورٹ چیک سے گزرنا پڑا۔ ہمیں بتایا گیا کہ وہاں پہنچنے کیلئے تقریباً ایک گھنٹہ اور چالیس

منٹ لگتے ہیں۔ "Samos" بحیرہ مشرقی ایجئین (Eastern Aegean Sea) میں ایک یونانی جزیرہ ہے جو تقریباً میل چوڑے (1mile or 1.6km) آبنائے مائیکالے (Mycale Strait) کے ذریعہ ترکی سے الگ ہے۔ یہ جزیرہ اس لئے بھی بہت اہمیت رکھتا ہے کہ یہ مشہور ریاضی دان ”فیثاغورث“ (Pythogoros) اور مشہور فلسفی ”اپیکیورس“ (Epicurus) کی جائے پیدائش ہے۔ اس جزیرہ کے جنوب مشرقی ساحل پر ”فیثاغورین“ کی قدیم بندرگاہ کی باقیات میں، یوپلینی، (Eupelenie) کی زیر زمین پانی کی نالیاں (Channels) شامل ہیں جنھیں چھٹی صدی قبل مسیح میں تعمیر کیا گیا تھا۔

فیثاغورث (580-500 BC)، ایک یونانی ریاضی دان اور فلاسفر تھا۔ جو اس جزیرہ میں پیدا ہوا تھا۔ فیثا غورث کی فلا سفی جسے "Transmigration of Souls" کہتے ہیں۔ کے مطابق، روح لافانی ہے اور موت کے بعد صرف ایک نئے جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ تمام سیارے ریاضی کی مساوات کے اصولوں پر حرکت میں ہیں۔ ایک ریاضی دان ہونے کے باعث اس نے ”مثلث فیثاغورث“ (Pythogoros Theorum) پیش کیا جو کہ 90° کی سائیڈ والی مثلث یعنی دائیں زاویہ (Right Angle) کی مثلث کے نظریہ کے لئے بہت مشہور ہے۔

(Epicurus)اپیکیورس (341-270 BC)، یونانی فلاسفر، اسکی فلاسفی کے مطابق کائنات، لا محدود اورابدی ہے۔اس میں موجود تمام مادے جوہری طور پر انتہائی چھوٹے پوشیدہ ذرات سے بنے ہوئے ہیں۔قدرتی دنیا میں واقعات بالآخرایٹموں کی خلا میں حرکات اور باہمی رابطہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

تمام دن اس جزیرہ کی سیر کرتے گزرا بہت سے مقامات اورعلاقوں کی سیر کی۔جس ٹیکسی میں ہم سوار تھے اس کی خاتون ڈرائیور نے بتایا کہ اس جزیرہ میں زیادہ تر زیتون کی پیداوار ہوتی ہے اور دوسرے نمبر پر انگور کی کاشت ہوتی ہے جن سے ایک مخصوص شراب تیار کی جاتی ہے جسے (Muscat) کہتے ہیں اور جس کی مانگ دنیا بھر میں بہت ہے۔وہاں ہم نے مختلف پھلوں کے باغات بھی دیکھے جو بہت خوبصورت تھے۔ساحل سمندر پر بیٹھ کر مختلف کھانوں سے لطف اندوز ہونے کے بعد ہماری واپسی ہوئی۔وسط سمندر Ferry کے اندر بیٹھے غروب آفتاب کا منظر بہت ہی سہانا لگا۔واپس کوشاداسی (Kusadasi) پہنچنے کے بعد ہوٹل پہنچے اور آرام کرنے کیلئے بستر پر دراز ہو گئے۔

(باقی آئندہ)

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے ممبران سے التماس

☆ کیا آپ نے سالِ رواں 2020 کی ممبر شپ فیس (£24) ادا کر دی ہے؟ اگر نہیں تو براہ کرم جلد ادا کر دیں۔

☆ کیا آپ نے مستحق اور نادار طلبہ کی مالی اعانت کے لئے ادائیگی کر دی ہے؟ اگر نہیں تو اس کارخیر میں دل کھول کر حصہ لیں۔

TICOSA UK
Bank Name : Natwest Bank
Sortcode : 602009
Account number : 35109920

عبدالمنان اظہر۔سیکرٹری فائیننس Ph. 07886381033

محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی خواہش

سن 1994ء کی بات ہے جب محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب علیل تھے۔ان دنوں پاکستان کے اخبارات میں محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ وزیر اعظم پاکستان کے حوالہ سے یہ خبر شائع ہوئی کہ انہوں نے مکرم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کو ان کی بیماری کے علاج و معالجہ کیلئے اخراجات کی پیشکش کی ہے۔اس پر محترم پروفیسر عبد السلام صاحب نے ایک وضاحتی بیان جاری کیا جس میں آپ نے کہا کہ:

"حال ہی میں اخبارات سے یہ خبر میری نظر سے گزری ہے کہ پاکستان کی وزیر اعظم محترمہ بینظیر بھٹو صاحبہ نے میرے علاج معالجہ کیلئے اخراجات کی پیشکش کی ہے۔میں ان کی ہمدردی کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔میں یہ بات ان کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے ہر طرح سے نوازا ہے۔بہترین علاج کی سہولت کے ساتھ ساتھ میری فیملی، میری جماعت اور دنیا بھر کے مخلص دوستوں اور خیر خواہوں کی دعائیں میرے ساتھ ہیں۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔"

آپ نے اپنے بیان میں مزید فرمایا کہ:

"زندگی بھر میری یہ کوشش رہی ہے کہ میں اپنے وطن پاکستان اور اپنے ہم وطنوں کی ترقی اور بہبودی کیلئے کام کروں۔یہ میری دلی تمنا رہی ہے کہ پاکستان میں تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی میں ماہرین تیار ہوں۔مگر مجھے انتہائی دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مختلف بدلتی ہوئی حکومتوں نے میری خدمات اور رہنمائی کو قابل اعتناء نہ سمجھا، جن پر عمل کر کے پاکستان ٹیکنالوجی میں دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں شمار ہو جاتا۔

اب میری گزارش ہے کہ میرے علاج پر خرچ کرنے کی بجائے اس فنڈ کو تعلیم اور ریسرچ کیلئے خرچ کیا جائے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 23 تا 29 ستمبر 1994 بشکریہ: پروفیسر محمد شریف خان صاحب)

غزل...ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیرؔ، تنزانیہ

سکُوتِ شب میں تمنّائے چشمِ تر بولے
تو کیوں نہ روح و بدن کا وہ ہمسفر بولے

یہ جسم کیا، میری جاں بھی نثارِ جنبشِ لب
میں منتظر ہوں کہ کب صاحبِ امَر بولے

لٹک رہا ہوں میں کب سے صدا کی سُولی پر
جو چپ ہُوا کبھی ناصح تو چارہ گر بولے

حریفِ صَوت و صدا کو جنوں، کہ میں نہ رہوں
مجھے ہوَس، سرِ مقتل مِرا ہنر بولے

فلک نے دیدی گواہی ہزار سال کے بعد
ادائے فرض ِ امانت کو بحرو بر بولے

بچا کے رکھ لی ہے ہم نے تو آبروئے وفا
اگرچہ شہرِ ملامت میں شور و شر بولے

نہیں ہے شکوۂ یاراں مگر یہ حسرت ہے
کوئی تو سنگ اٹھائے، کوئی تبر بولے

ہے نُطق ولب کی یہ بخیہ گری بھی لا حاصل
میں چپ ہوا تو گماں ہے کہ شہر بھر بولے

ادارتی بورڈ ممبران
سید نصیر احمد-رانا عبدالرزاق خان-بشیر احمد اختر-عطاء القادر طاہر
پروف ریڈنگ
سید حسن خان-میر شفیق احمد-رانا عرفان احمد
تزئین
خورشید احمد خادمؔ

غالب نہیں ہوں....عبیداللہ علیم

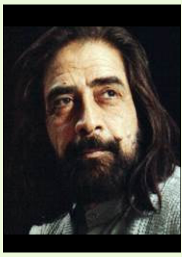

گزرو نہ اس طرح کہ تماشا نہیں ہوں میں
سمجھو کہ اب ہوں اور دوبارہ نہیں ہوں میں

اک طبع رنگ رنگ تھی سو نذر گل ہوئی
اب یہ کہ اپنے ساتھ بھی رہتا نہیں ہوں میں

تم نے بھی میرے ساتھ اٹھائے ہیں دکھ بہت
خوش ہوں کہ راہ شوق میں تنہا نہیں ہوں میں

پیچھے نہ بھاگ وقت کی اے نا شناس دھوپ
سایوں کے درمیان ہوں، سایہ نہیں ہوں میں

جو کچھ بھی ہوں میں اپنی ہی صورت میں ہوں علیم
غالب نہیں ہوں، میر و یگانہ نہیں ہوں میں

کلام عبدالقدیر کوکب، لندن

خلافت ہمارے گھروں کا دیا ہے
یہ انمول تحفہ خدا کی عطا ہے

خلافت کی برکت سے سب کچھ ہے حاصل
یہ برکت کا دیا ہمیشہ جلا ہے

خلافت پہ ہم سب ہیں قربان ہر دم
سبھی مر مٹیں جب اشارہ ہوا ہے

خدا کی قسم یہ، سب کو بتا دوں
کیا وعدہ جب بھی، کیا پھر وفا ہے

خلافت ہے چاہت، خلافت ہے طاقت
خلافت سے ہر ایک زندہ ہوا ہے

ایک عظیم سائنس دان۔ پروفیسر عبدالسلام

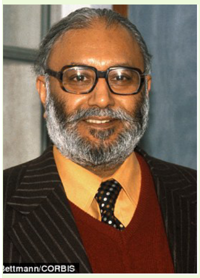

سپارکو اور کراچی پریس کلب میں خطاب

(پروفیسر آصف علی پرویز۔ لندن)..قسط:58

دوست: کیا پروفیسر عبدالسلام صاحب نے اپنے بنائے ہوئے ادارے سپارکو (Suparco) کا معائنہ کیا؟

آصف: پروفیسر عبدالسلام نے یہ ادارہ خاص اپنی نگرانی میں قائم کیا تھا تاکہ پاکستان خلائی تحقیق میں حصہ دار بنے۔ آپ اس کے پہلے بانی صدر تھے۔

دوست: یہ دلچسپ بات ہے کہ گو پروفیسر عبدالسلام صاحب خود نظریاتی فزکس (Theoretical Physics) کے چوٹی کے ماہر تھے لیکن انہیں خلا کی تحقیق میں بھی دلچسپی تھی۔

آصف: پروفیسر عبدالسلام صاحب نے جان لیا تھا کہ وہی قوم سائنس میں آگے بڑھے گی جو خلا کی تحقیق میں ترقی کرے گی۔ اس لئے آپ نے 1961ء میں یہ ادارہ قائم کیا۔ یہ وہ وقت تھا جب ایشیا میں شاید ہی کوئی ملک تھا جو خلا میں تحقیق کر رہا ہو۔ اس وقت اس میدان پر امریکہ اور روس کا قبضہ

تھا تاہم اب چین اور ہندوستان بھی اس میدان میں بہت آگے ہیں۔

دوست: یہ افسوس کی بات ہے کہ جس رفتار سے پاکستان کو اس میدان میں آگے بڑھنا چاہیئے تھا وہ نہیں ہوا۔ حالانکہ قرآن مجید میں بار بار اللہ تعالیٰ کائنات کی تحقیق کیلئے توجہ دلاتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا:

اِنَّ فِيۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۱﴾

ترجمہ: یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں صاحبِ عقل لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

آصف: یقیناً یہ مسلمانوں کا اوّلین فرض ہے۔ اسی لئے قرونِ اولیٰ کے مسلمان سائنسدانوں نے اس پر بہت کام کیا لیکن افسوس مسلمان اب اس کو بھول چکے ہیں اور یہ سارا میدان دوسرے لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔

پروفیسر عبدالسلام صاحب یکم جنوری 1980ء کو Suparco کے مرکزی دفتر میں تشریف لے گئے اور جو تحقیقی کام اس ادارے میں کیا جا رہا تھا اس سے آگاہی حاصل کی۔ بعد میں آپ نے اس ادارہ کے ماہرین اور سائنسدانوں سے ملاقات کی اور اپنے محدود وسائل کے باوجود زیادہ سے زیادہ تحقیقی کام کرنے کی ترغیب دلائی۔

دوست: کیا آپ نے کراچی پریس کلب میں خطاب کیا؟

آصف: اسی دن یعنی یکم جنوری 1980ء کو آپ کراچی پریس کلب تشریف لے گئے۔ یہاں کلب کے عہدیداران نے آپ کو اس کلب کی تاحیات ممبرشپ پیش کی۔ آپ نے تجویز پیش کی کہ سائنسی تحقیق میں مدد دینے کیلئے ایک ایسی تنظیم قائم کی جائے جس میں مخیر حضرات اور مخیر ادارے مالی مدد

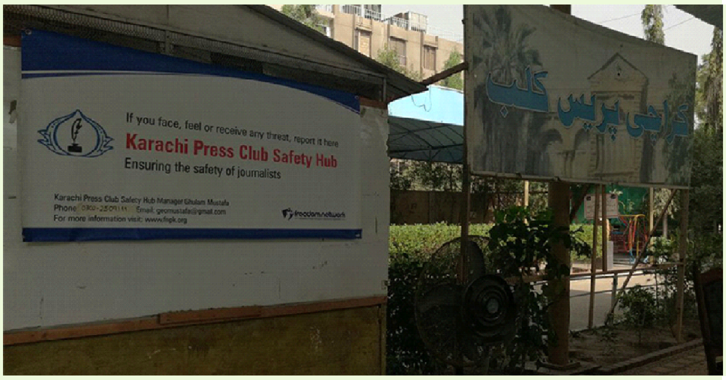

کریں۔محض حکومتی وسائل پر ہی نہ انحصار کیا جائے بلکہ اپنی مدد آپ کے اصول کے تحت سائنسی تحقیق کیلئے فنڈ اکٹھے کئے جائیں۔آپ نے پریس کے ممبران کو یاد دلایا کہ قرآن مجید میں علم کے حصول پر سات سو پچاس آیات ہیں اور علم میں سائنس اور ٹیکنالوجی کا حصول بھی شامل ہے۔

دوست: مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد آ گیا جس میں آپ نے فرمایا کہ دو علم ہیں، ایک علم الادیان یعنی دین کا علم اور دوسرا علم الابدان یعنی جسم کا علم جس میں سائنس بھی شامل ہے۔

آصف: آپ نے بالکل صحیح کہا ہے۔پروفیسر عبدالسلام صاحب نے تجویز پیش کی کہ سائنس اور ریاضی کو سکولوں اور کالجوں میں لازمی مضمون کے طور پر شامل کیا جانا چاہئے۔آپ نے بتایا کہ اٹلی اور جاپان جیسے ممالک میں سائنٹفک مضامین لازمی قرار دیئے گئے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہاں کے طالب علموں کو بچپن سے ہی سائنس میں گہری دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔

دوست: یہ کتنی اچھی تجویز ہے۔نہ جانے اس تجویز پر پوری طرح سے عمل ہوا ہے یا نہیں۔جب ہم پڑھا کرتے تھے تو نویں جماعت میں جا کر سائنس اور آرٹس کی کلاسیں علیحدہ علیحدہ ہو جاتی تھیں۔سائنس میں تحقیق کیلئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔کیا آپ نے اس بارے میں کوئی تجویز دی؟

آصف: آپ نے تجویز پیش کی کہ کراچی کے لوگ چندہ جمع کر کے ایک کروڑ روپے کا فنڈ اکٹھا کریں اور اسے سائنس کی تعلیم اور تحقیق پر خرچ کیا جائے۔آپ نے کہا کہ کراچی میں بہت سے صاحب حیثیت لوگ بستے ہیں اگر ان میں سے ہر کوئی چند ہزار کا چندہ دے تو ایک کروڑ روپیہ اکٹھا کرنا کوئی مشکل نہیں۔آپ نے بتایا کہ یورپ میں بہت سے مخیر احباب اپنی آمدنی میں سے قومی کاموں پر خرچ کرتے ہیں۔

دوست: یہ بہت اچھا خیال ہے۔دراصل پاکستان میں مخیر حضرات کی کوئی کمی نہیں۔صرف لوگوں کو یہ فکر ہوتا ہے کہ چند بد دیانت افراد اس رقم کو اپنے ذاتی استعمال پر خرچ کر دیں گے اور جس مقصد کیلئے رقم جمع ہوتی ہے اس مقصد پر یہ خرچ نہیں ہوتی۔اس کے بعد آپ کی کیا مصروفیات رہیں؟

آصف: اس کا ذکر ہوگا اگلی محفل میں۔انشاءاللہ۔

طبیب یوں کوشش نہ کر، تجھے کیا خبر میرے مرض کی
تو عشق کر، پھر چوٹ کھا، پھر لکھ دوا میرے درد کی

(میر تقی میر)

المنار

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کر دیا جاتا ہے۔آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصّہ میں جا کر ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔(ادارہ)

''المنار'' میں اشتہارات دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں۔جہاں اس سے آپ کے کاروبار میں فائدہ ہوگا وہیں غریب و نادار طلباء کی مدد بھی ہوگی۔اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔آمین۔رابطہ فرمائیں:

رانا عبدالرزاق خان۔جنرل سیکرٹری۔فون و واٹس اپ:00447886304637

المنار آپکا اپنا رسالہ ہے۔ازراہ کرم ہمیں اپنی تجاویز اور تحریرات بھجواتے رہیں۔اگر آپ کے پاس کالج کے زمانے کی کوئی نادر تصویر موجود ہے تو وہ بھی اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔جزاکم اللہ۔

(سیکریٹری اشاعت)
Syed Naseer Ahmad
naseerahmadsyed@gmail.com
Ph. 00447762366929